

نبیلہ عزیز

ماورا مرتضیٰ' عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ ماورا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

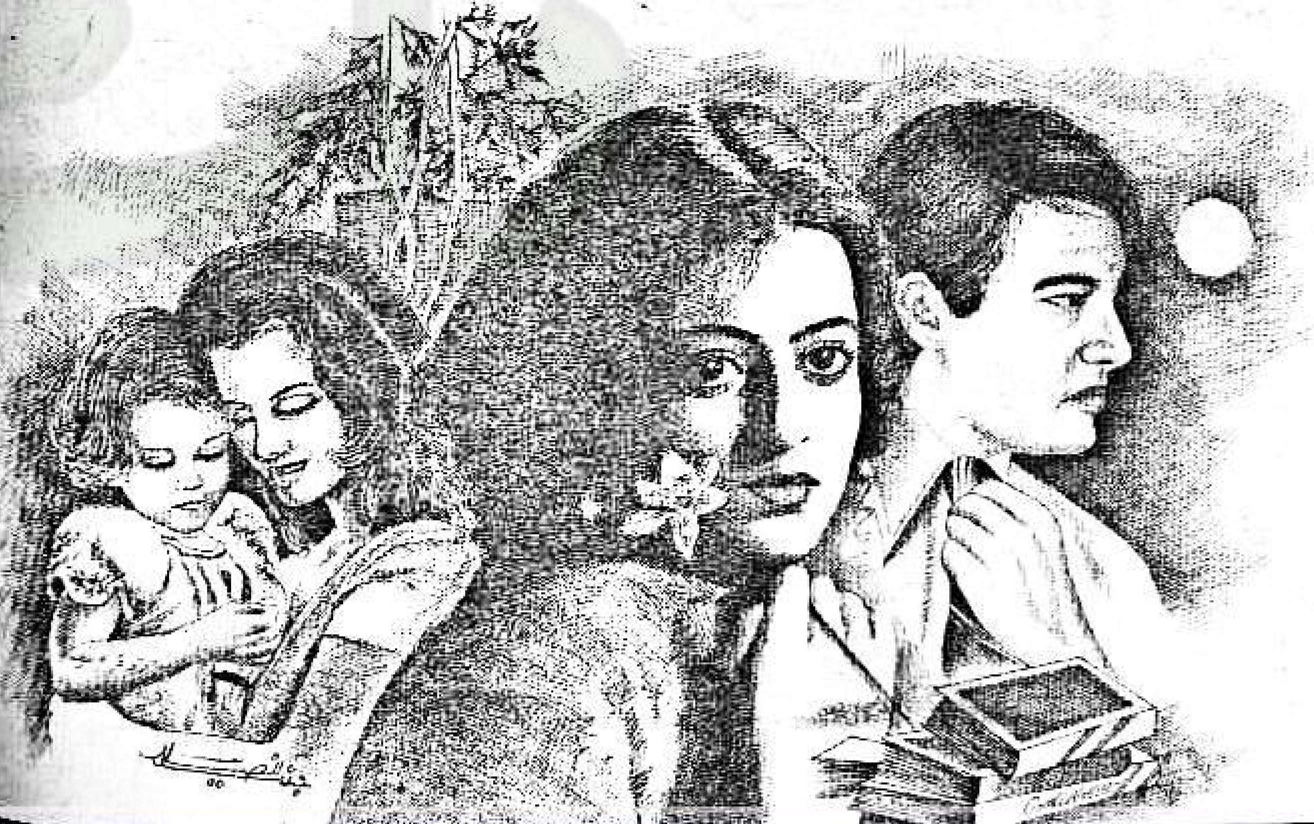
فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔ فارہ کی والدہ منزہ رحیم اپنی بہن ثمینہ یزدانی سے ملنے کراچی جاتی ہیں۔ آفاق انہیں ایئر پورٹ لینے نہیں جاتا۔ مجبوراً "ساشا کو جانا پڑتا ہے۔ وہ آفاق کی بدتہذیبی پر خفا ہو کر واپس چلی جاتی ہیں۔

منزہ' ثمینہ اور نیرہ کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شان دار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرہ کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ لیتی ہے۔ عزت بھی ولید کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور ڈھکے چھپے لفظوں میں ولید سے اپنی کیفیت کا اظہار بھی کر دیتی ہے مگر ولید انجان بن جاتا ہے۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ بہت روتی ہے۔ ثمینہ اور اشتیاق یزدانی کو علم ہوتا ہے تو انہیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ثمینہ کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔

اشتیاق یزدانی' آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ عزت' تیمور کے موبائل سے ولید کا نمبر لے کر اسے فون کرتی ہے مگر ولید اس



کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ رضا حیدر' تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں ماورا کو بصد اصرار مدعو کرتی ہے۔ ماورا' عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عزت اپنے دل کی کیفیات ساشا سے بیان کر دیتی ہے۔ ماورا بی گل کو بتاتی ہے کہ وہ رضا حیدر کے بیٹے تیمور حیدر سے ملی ہے۔ بی گل دم بخود رہ جاتی ہیں۔

شادی میں تیمور حیدر' ماورا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر ماورا کا سخت اور کھردرا رویہ ہر بار اسے ناکام کر دیتا۔ تیمور' ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کہ وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات قیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

آفاق آدھی رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ فارہ پریشان ہوتی ہے۔ وہ صبح آکر بتاتا ہے کہ اس کے دوست کے ساتھ کوئی ایمرجنسی ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے وہ بغیر بتائے چلا گیا تھا۔ مگر فارہ اس کی بات پہ یقین نہیں کرتی۔ تیمور' فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے جسے ماورا کافی حیل حجت کرنے کے بعد قبول کر لیتی ہے۔

—۱۴—
چودہویں قسط

"کس لڑکی کو۔۔۔۔؟"

وہ ان کے اس قدر اچانک حملے اور اتنے غصے کی وجہ سے فوری طور پر سمجھ ہی نہ سکا کہ وہ کس کی بات کر رہے ہیں۔

"اس لڑکی کو۔۔۔۔" انہوں نے یکدم پلٹ کر گلاس وال سے پار نظر آتے اس کیبن کی طرف اشارہ کیا تھا' جہاں ماورا مرتضیٰ ٹیبل پہ جھکی اپنے کام میں مصروف نظر آ رہی تھی۔

تیمور ان کا اشارہ ماورا کی سمت دیکھ کر بری طرح چونک گیا۔

"آپ ماورا کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔؟" تیمور کو اک عجیب سا دھچکا محسوس ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمارے اس آفس میں کوئی اور ایسی لڑکی نہیں ہے جسے فیصل آباد سے یہاں لایا گیا ہو؟" انہوں نے طنزیہ جواب دیا۔

"لیکن بابا! اسے یہاں اس سیٹ پہ اس کے ٹیلنٹ کی بیس پہ بلایا گیا ہے۔ وہ یہاں کام کر رہی ہے' جھک نہیں مار رہی۔"

تیمور نے بے ساختہ اس کا دفاع کیا تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اپنے شہر سے ٹیلنٹ ختم ہو چکا ہے۔۔۔۔؟" رضا حیدر کا جواب طنز اور تمسخر لیے ہوئے تھا اور تیمور کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔

"اگر ہم نے دوسرے شہر سے کسی لڑکی کو اپائنٹ کر لیا ہے تو اس میں کیا قباحت ہے؟" وہ ابھی بھی حیرت اور الجھن کا شکار تھا۔

"قباحت دوسرے شہر سے کسی لڑکی کو اپائنٹ کرنے میں نہیں ہے۔ بلکہ قباحت۔۔۔۔"

رضا حیدر اچانک ماورا کا نام لیتے لیتے رک گئے تھے۔ یوں کھلے عام اس لڑکی کے خلاف بولنا انہیں خود ہی اپنی

غلطی کا احساس دلا گیا تھا۔ وہ فوراً ہی چپ ہو گئے تھے۔

"کیا ہوا۔۔۔ کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ۔۔۔۔؟

قباحت کہاں ہے؟" تیمور ان کا بولتے بولتے یوں اچانک رک جانا نوٹ کر چکا تھا' مگر ان کی مخالفت کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔

اور رضا حیدر اس کے سوال پہ ٹھٹک کر رہ گئے۔

"بابا۔۔۔۔! کہیے نا کیا قباحت ہے اس میں؟" تیمور انہیں بولنے پہ اکسا رہا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔۔۔ بعد میں بات کریں گے۔۔۔۔ فی الحال ہم گھر جا رہے ہیں۔۔۔۔" رضا حیدر نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہیں سے پلٹے اور تیزی سے دروازہ عبور کر گئے اور تیمور اپنی جگہ پہ کھڑا جوں کا توں ان کو دور تک دیکھتا رہا تھا۔ اس کے ذہن میں بس ایک ہی سوچ کلبلا رہی تھی۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ بابا کو ماورا سے کوئی اختلاف ہے۔ یا پھر وہ انہیں پسند نہیں آئی۔۔۔ مگر کیوں؟ کیا کمی ہے اس میں۔۔۔۔ شی از پرفیکٹ گرل۔" وہ خود ہی اپنے آپ کو تسلیاں دے رہا تھا اور خود ہی سوال جواب کر رہا تھا۔

"مے آئی کم ان سر!" ذرا سے توقف کے بعد دروازے پہ دستک ہوئی اور ساتھ ہی ماورا کی آواز ابھری۔ تیمور چونک کر متوجہ ہوا۔

"مے آئی کم ان سر۔۔۔۔!" اس نے تیمور کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر دوبارہ استفسار کیا تھا۔

"یس کم ان۔۔۔۔!" اس نے جواب دیا۔

ماورا نے اندر آتے ہی اس پہ ایک تنقیدی سی نگاہ ڈالی تھی اور وہ اسے اسی کیفیت میں نظر آیا تھا' جس کی اسے توقع تھی۔

”میری فائل تیار ہے۔“ اس نے اسے اطلاع دی۔
”ہوں! ہاں... اوکے... میں تھوڑی دیر میں چیک کر لیتا ہوں۔“
تیمور ذہنی طور پر غیر حاضر تھا اور ماورا اس چیز کو اچھی طرح محسوس کر چکی تھی۔
”پلیز ذرا جلدی چیک کر لیجیے گا کیونکہ مجھے پھر نیکسٹ فائل پہ کام کرنا ہے۔“
”اوکے... کر لوں گا... لیکن فی الحال نہیں...“ تیمور نے کہتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔
”اینی پرابلم سر...!“ ماورا نے جان بوجھ کر اس کی غائب دماغی میں دلچسپی لی تھی ورنہ اسے اندازہ تو تھا کہ دونوں باپ بیٹے میں کوئی بات ضرور ہوئی ہے کیونکہ رضا حیدر اسے دیکھتے ہی بھڑک سے گئے تھے۔
اور پھر اس بھڑک کا نشانہ یقیناً انہوں نے تیمور حیدر کو ہی بنایا ہو گا۔
”نو... نو... اٹس آل رائٹ...“ تیمور نے فوراً نفی میں گردن ہلائی۔ ماورا نے لاپروائی سے کندھے اُچکا دیے۔
”اوکے! اے آئی گو ناؤ؟“ اس نے اجازت طلب کی۔
”ہوں۔ یس...!“ وہ آہستگی سے کہہ کر اپنی سیٹ پہ جا بیٹھا۔
کوئی اور وقت ہوتا تو اس کی یہی کوشش ہوتی کہ ماورا کچھ دیر اور ٹھہر جاتی... مگر اس وقت اس نے یہ کوشش بھی نہیں کی تھی۔

☼ ☼ ☼

مونس مرزا کی گاڑی سڑکوں پہ بہت سبک رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔
یوں جیسے وہ لوگ گھر سے لانگ ڈرائیو کے لیے نکلے ہوں اور واپسی کی فی الحال کوئی جلدی نہ ہو۔ کیونکہ گاڑی کے اندر کے ماحول میں بھی بہت خاموشی اور بہت سکون تھا۔ لیکن عزت حیدر یہ خاموشی اور یہ سکون زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے اس خاموشی کا حصار اس نے خود ہی توڑ ڈالا۔
”کوئی خاص بات...؟“ اس نے گردن موڑ کر مونس مرزا کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
”شاید ہاں...“ اس نے اثبات میں جواب دیا۔
”تو بات کریں۔ انتظار کس چیز کا ہے...؟“ اس نے کندھے اُچکائے۔
”میں آپ کے گھر پروپوزل بھیجنا چاہتا ہوں۔“ مونس مرزا بات کو زیادہ دیر ڈھکا چھپا نہیں رکھ سکتا تھا کیونکہ یہ اس کی عادت نہیں تھی۔
”میں آپ کو اس بات کا جواب پہلے ہی دے چکی ہوں۔“ عزت نے بھی کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی تھی۔
”وہ ایک سرسری سی بات تھی اور اس وقت ہم راستے میں کھڑے تھے نہ میں ٹھیک سے بات کر سکا اور نہ آپ...“ آج وہ پہلے سے کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا مگر عزت کو کیا فرق پڑتا تھا بھلا...!
”یہ بھی ایک سرسری سی بات ہے کیونکہ اس وقت بھی ہم راستے میں ہی ہیں۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ آپ بے شک ٹھیک سے بات نہ کر سکیں لیکن میں ضرور ٹھیک سے بات کر سکتی ہوں۔“ وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔ اسے مونس مرزا کے ساتھ تنہا سفر کرتے ہوئے بھی کوئی ڈر خوف نہیں محسوس ہو رہا تھا۔
”عزت...! میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں اور نہ ہی یہ بات مذاق ہے کہ آپ اتنی غیر سنجیدگی سے لے رہی ہیں۔“ مونس مرزا کی سنجیدگی بتا رہی تھی کہ وہ کتنا سنجیدہ ہے۔

”میں آپ کے ساتھ آ گئی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کی باتوں میں بھی آ جاؤں گی۔“ اس کی لاپروائی کا وہی عالم تھا اور مونس مرزا نے زچ ہو کر گاڑی اک طرف روک دی تھی۔
”دیکھیے مس عزت حیدر...! آپ ٹھنڈے دل سے میری پیشکش پر غور کریں۔ آپ میں کچھ ایسی بات ہے کہ میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے ورنہ میں شادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی آج کل شادی کے جھنجھٹ میں پڑنے کی سوچتا کون ہے۔“
مونس مرزا نے ڈیش بورڈ سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر اٹھاتے ہوئے کہا اور پھر بہت مزے سے ایک سگریٹ سلگا لیا تھا جبکہ عزت اس کی بات سن کر اندر سے کھول اٹھی تھی۔
”اوہ تو یہ اصلیت ہے آپ کی...؟“ اس کا لہجہ طنزیہ ہو چکا تھا مونس مرزا اس کی بات پہ مسکرا دیا۔
”کہتے ہیں کہ سب سے اپنی اصلیت چھپا لو مگر اس سے اپنا آپ مت چھپاؤ جس سے تم محبت کرتے ہو۔“ اس نے سگریٹ کا کش لے کر کہتے ہوئے دھواں گاڑی کی فضا میں ہی چھوڑ دیا تھا البتہ اب کی بار عزت اس کی بات پہ مسکرا دی تھی۔
”ہونہہ محبت... جانتے ہیں محبت کسے کہتے ہیں؟“ عزت نے بڑی دلچسپی سے اس کے چہرے کی سمت دیکھا۔
”فی الحال میری نظر میں تو عزت کو ہی محبت کہتے ہیں۔“ اس نے عزت سے بھی زیادہ دلچسپ انداز میں کہتے ہوئے براہ راست عزت کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔
”جو بات فی الحال ہوتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے یعنی وقتی ہوتی ہے... اور وقتی چیزیں کبھی پائیدار نہیں ہوتیں۔ اس لیے آپ کا یہ فی الحال میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا...“ عزت کی لاپروائی اور انداز میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔
”مائی ڈیر...! آپ نے غور نہیں کیا... میں اس فی الحال کو ہی تو پائیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں... اپنے اور آپ کے بیچ رشتہ استوار کرنا چاہ رہا ہوں... ایک پائیدار رشتہ... اور میری اس چاہ پہ تو آپ کو فخر کرنا چاہیے کہ میں نے یہ رشتہ آپ سے استوار کرنا چاہا ہے ورنہ ہزاروں ایسی لڑکیاں پڑی ہیں جو میری صرف اک نظر کی منتظر ہیں... اور یہاں معاملہ یہ ہے کہ میں آپ کی اک نظر کا منتظر ہوں۔“
مونس مرزا کا لہجہ اور انداز بدل گیا تھا۔ وہ بڑے دلبرانہ انداز میں آ چکا تھا۔
”اور میں کسی اور کی نظر کی منتظر ہوں۔“ عزت کا لہجہ بھی دوٹوک لہجے میں بدل گیا تھا۔
”ہاہاہا... جو دنیا کی نظروں سے ڈرتا ہے۔“ مونس مرزا نے مذاق اڑایا تھا اور عزت اس کے مذاق پہ بری طرح چونک گئی تھی۔
”کیا مطلب... کس کی بات کر رہے ہیں آپ...؟“ اس نے فوراً استفسار کیا۔
”یہ آپ کو بہتر پتا ہو گا کہ دنیا کی نظروں سے کون ڈرتا ہے؟“ اب وہ لاپروائی دکھا رہا تھا۔
”آپ سیدھی طرح بات کریں... پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں؟“ وہ جھنجھلائی۔
”سیدھی طرح ہی تو بات کر رہا ہوں مگر آپ سمجھ ہی نہیں رہیں... آپ کو اب بھی ولید رحمان کے ہی پروپوزل کا انتظار ہے حالانکہ وہ یہ پروپوزل کبھی بھی نہیں بھیجے گا۔“ مونس مرزا نے بالآخر اس کی یہ الجھن بھی دور کر دی تھی۔
عزت اس کی اس قدر جاسوسی پہ دانت کچکچا کے رہ گئی تھی۔ اسے اس کی بات ذرا اچھی نہیں لگی تھی۔
”وہ پروپوزل بھیجے گا یا نہیں... یہ میرا اور اس کا مسئلہ ہے۔ آپ کو اس کے لیے پریشان نہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ عزت نے اس کو اپنی حد میں رہنے کا اشارہ دیا تھا۔

"یہ آپ کا اور اس کا مسئلہ نہیں ہے.... یہ میرا اور آپ کا بھی مسئلہ ہے اس قصے میں، میں بھی انوالو ہوں۔ اس لیے میری پریشانی ایک لازمی امر ہے۔"

مونس مرزا بھی ڈھیٹ ابن ڈھیٹ تھا۔ اس کی سوئی بھی بس آج کل عزت کے نام پہ ہی اٹکی ہوئی تھی۔ شاید اس لیے کہ عزت کی ذات میں اسے اپنے لیے انکار کی جھلک نظر آئی تھی، اور انکار کو اقرار میں بدل دینے کی ضد تو مرد کی فطرت میں ازل سے ہی چلی آ رہی تھی۔ مونس مرزا کی یہ ضد کوئی نئی یا انوکھی ضد تو نہیں تھی۔

"لیکن میں آپ میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔" اس نے سختی سے کہا۔

"جس میں آپ انٹرسٹڈ ہیں، وہ آپ میں انٹرسٹڈ نہیں۔" وہ ہنسا۔

"میں نے کہا ناں یہ میرا اور اس کا مسئلہ ہے۔" عزت نے پھر زور دے کر کہا۔

"تو آپ اپنے اس مسئلے میں مجھے کیوں بھول رہی ہیں.... میں صبر اور تحمل سے کام لے رہا ہوں، ورنہ میں آپ سے زیادہ جنونی اور جذباتی ہوں۔" مونس مرزا نے یکدم تیور بدل کر بات کی تھی۔

"آپ دھمکی دے رہے ہیں مجھے....؟" عزت نے اس کی سمت دیکھا۔ وہ بڑے سکون میں تھا۔

"یہی سمجھ لیں.... اور یاد رکھیں! دھمکی وہی لوگ دیتے ہیں، جو کچھ کر جانے کی طاقت رکھتے ہیں...."

وہ اسے ایک بار پھر باتوں باتوں میں بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

"ہوں.... تھینک یو.... مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ آپ مجھے یہاں کیوں لائے تھے؟" عزت نے کہتے ہوئے دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کے دروازہ کھولنا چاہا۔

"ابھی تو آپ کو صرف اندازہ ہوا ہے.... اگر سچ مچ کچھ ہو گیا تو....؟"

مونس مرزا کی اگلی بات پہ عزت دروازہ کھولتے کھولتے رک گئی تھی۔

"تو حاصل آپ کو بھی کچھ نہیں ہو گا۔" عزت کا لہجہ سرد تھا۔

"جنون میں نفع و نقصان کا احساس پس پشت چلا جاتا ہے۔" وہ اپنی طرف کا شیشہ نیچے کر کے سگریٹ کا ٹکڑا باہر اچھال چکا تھا۔

"ہوں.... اچھی بات ہے۔" عزت کہہ کر دروازہ کھول کے نیچے اُتر آئی۔

"رکیے مس عزت حیدر.... لنچ تو آپ نے کیا ہی نہیں۔" مونس مرزا بھی گاڑی سے اُتر آیا۔

"لنچ ولید رحمان کے ساتھ نہیں کر سکی تو آپ کے ساتھ بھی نہیں کروں گی.... میں آپ کے ساتھ لنچ کرنے کی نیت سے نہیں آئی تھی۔"

عزت نے استہزائیہ سے لہجے میں کہا اور ٹیکسی کو اشارہ کیا۔

"مگر میں اپنا پروپوزل ضرور بھیجوں گا۔" اس نے پیچھے سے آواز دی مگر عزت سنی ان سنی کرتے ہوئے، ٹیکسی میں بیٹھی اور ہوا ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

شام ڈھل رہی تھی اور فضا میں اک جمود سا طاری تھا۔

قیام مرزا ماحول کی بیزاریت سے خائف ہو کر رضا حیدر کو لے کر گالف کلب چلے آئے تھے لیکن وہاں آ کر انہیں پتا چلا کہ ویسی ہی بیزاری رضا حیدر کے مزاج پہ بھی طاری ہے۔ ان کا موڈ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔ جس پہ انہیں خاصی تشویش ہوئی تھی کیونکہ رضا حیدر مسلسل چپ تھے.... اور از حد درجہ پُرسوچ ہو رہا تھا....

"مجھے لگتا ہے رضا! کہ میں نے تمہیں ساتھ لا کر غلطی کی ہے۔"

قیام مرزا نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں.... اظہار خیال کیا تھا اور صد افسوس کہ رضا حیدر ان کا یہ اظہار خیال بھی نہیں سن سکے تھے، بلکہ ان کے سر کے اوپر سے گزر گیا تھا، جس پہ قیام مرزا نے ایک بار پھر گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

"رضا حیدر....!" اب کی بار انہوں نے ان کے کندھے کو ہاتھ سے تھپکا تھا۔

"ہوں.... کہو۔" وہ چونک کر متوجہ ہوئے۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے تمہیں بلا کر غلطی کی ہے۔" انہوں نے اپنی بات دہرائی۔

"ہاں.... کہہ سکتے ہو...." رضا حیدر نے ان کی بات کی تردید کرنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"کوئی ٹینشن ہے کیا؟" قیام مرزا نے ایک دوست ہونے کے ناتے ان کی اس کیفیت اور.... پریشانی کی وجہ جاننا چاہی تھی۔

"ٹینشن.... بس اچانک ہی بن گئی ہے اور بنانے والا میرا بیٹا ہے۔" رضا حیدر بہت ہی ضبط سے کام لے رہے تھے۔

"کیوں کیا ہو گیا ہے.... بیٹے نے ایسا کیا کر دیا ہے....؟" قیام مرزا بڑے سکون میں تھے۔

"ایک مڈل کلاس لڑکی سے دل لگانے کا شوشا چھوڑ رکھا ہے اس نے....؟" رضا حیدر کی تلملاہٹ عود کر آئی تھی۔

"ارے.... تو اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے.... اس عمر میں ایسے شوشے تو ہر کوئی چھوڑتا ہے، کبھی تم نے بھی چھوڑا ہو گا۔" قیام مرزا نے مذاق اڑایا۔

"صرف شوشا چھوڑتا تو مجھے کوئی پریشانی نہ ہوتی مگر یہاں یہ مسئلہ ہے کہ وہ اس لڑکی سے شادی کرنے پہ تل گیا ہے.... اور اسے اپنے آفس میں سیٹ بھی دے دی ہے۔ وہ اس کے پاس اس کی نظروں کے سامنے جاب کر رہی ہے۔ جبکہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا.... تیمور میری عمر بھر کی جمع پونجی ہے اور میں اپنی عمر بھر کی جمع پونجی کسی ایری غیری لڑکی کے دامن میں نہیں ڈال سکتا.... میں اس کی دلہن اس کے شایان شان لانا چاہتا ہوں۔"

رضا حیدر کہتے کہتے حد درجہ جذباتی ہو گئے تھے اور قیام مرزا نے ان کے جذبات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہوں.... کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو، مگر اسے اس کی چاہت سے کیسے ہٹاؤ گے؟ وہ اگر اسے اتنا پسند کرتا ہے تو پھر آسانی سے اسے چھوڑے گا بھی نہیں۔" قیام مرزا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ کچھ گمبھیر ہے۔

"یہی چیز تو مجھے سوچنے پہ مجبور کر رہی ہے کہ میں نے اب اس کا حل کیا نکالنا ہے....؟" رضا حیدر چلتے چلتے رک گئے تھے اور ایک گہری اور طویل سانس خارج کی تھی۔

"اس کا آسان حل یہ ہے کہ اس کے سامنے ایک اور لڑکی کا آپشن رکھ دو.... اس کی شادی کا بکھیڑا ڈال دو...."

"لیکن اس کام کے لیے کوئی لڑکی بھی تو ہو ناں....؟" رضا حیدر کو پہلا خیال یہی آیا تھا....

"رضا حیدر! مجھے لگتا ہے کہ پریشانی اور ٹینشن نے تمہارے دماغ کا خانہ خالی کر دیا ہے.... تیمور حیدر کو لڑکیوں کی کمی ہے کیا.... میں نے یہاں آ کر دیکھا ہے تمہارے بیٹے کا نام کئی محفلوں میں بڑی حسرت سے لیا جاتا ہے۔"

قیام مرزا نے جو بات نوٹ کی تھی، وہ کہہ دی تھی۔

"مجھے پتا ہے.... اور بہت اچھی طرح پتا ہے کہ ہائی سوسائٹی میں میرے بیٹے کی کیا ویلیو ہے.... لیکن سوچ یہ رہا ہوں کہ لڑکی کون ہو.... کیسی ہو.... اور کس کی بیٹی ہو.... کیونکہ یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک چہرہ ہے.... اور ایک سے بڑھ کر ایک فیملی ہے.... اس کام کے لیے بھی ذرا سوچ بچار سے کام لینا ہو گا۔" رضا حیدر اپنی اگلی سوچ کا

اظہار کر رہے تھے۔

"ہاں۔۔۔! یہ تو ہے۔۔۔ مگر میرا خیال ہے کہ تمہارے حلقہ احباب میں تمام ہی فیملیز بہت اچھی ہیں۔۔۔ کسی بھی ایک فیملی کا انتخاب کر لو۔۔۔" ان کا مشورہ بڑا لاپروا سا تھا۔

"قیام۔۔۔! تم میری سوچ کو سمجھ نہیں سکو گے۔۔۔ میں دراصل یہ چاہتا ہوں کہ لڑکی اس کے ٹکر کی ہو۔۔۔ جیسی وہ چاہتا ہے' تاکہ اسے وہ پہلی والی یاد نہ رہے۔ وہ اس کا خیال بھی دل سے نکال دے۔۔۔"

رضا حیدر ماورا مرتضٰی سے مل بھی چکے تھے۔ اسے دیکھ بھی چکے تھے اور اس سے بات بھی کر چکے تھے' اس لیے انہیں اندازہ تھا کہ وہ کیسی لڑکی ہے۔ اس لیے اس کی شخصیت کا اثر زائل کرنے کے لیے انہیں اس سے بھی بہترین لڑکی چاہیے تھی۔

"تو پھر۔۔۔ میرا کہا مانو گھر جاؤ۔۔۔ اور اپنے بیڈ روم میں سکون سے بیٹھ کر اس کے لیے کوئی ایسی لڑکی سوچو جو پہلی والی سے بہتر ہو۔۔۔ اگر پھر بھی سوچ میں نہ آئے تو کل صبح مجھے کال کرو۔۔۔ پھر مل کر یہ مسئلہ حل کریں گے۔" قیام مرزا نے ان کے کندھے پر تھپکی دیتے ہوئے مشورے سے نوازا۔

جس پر رضا حیدر محض سر ہلا کر رہ گئے تھے۔

"اور ہاں۔۔۔ تیمور حیدر کی زندگی سے اس پہلی والی کو ایک دم سے نکال دینے کی کوشش مت کرنا' ورنہ تمہارا اپنا بیٹا ہی تم سے بدظن اور متنفر ہو جائے گا اور تم اپنی جمع پونجی اپنے ہاتھوں لٹا بیٹھو گے۔" جاتے جاتے انہوں نے ایک اور بات سمجھا ڈالی تھی۔

"ہوں۔۔۔! جانتا ہوں۔۔۔ اسی لیے تو آفس سے چپ چاپ واپس چلا آیا۔۔۔ ورنہ اس لڑکی کو وہاں سے نکال کر ہی دم لیتا۔۔۔" رضا حیدر دانت پیس کر بولے تھے۔

"ہوں! ایسے معاملوں میں اسی طرح سیاست اور ذہانت سے کام لینا چاہیے۔" قیام مرزا نے انہیں سراہا تھا اور دونوں نے ایک ساتھ واپسی کے لیے قدم بڑھا دیے۔

☼ ☼ ☼

ولید بڑے شکستہ انداز میں گھر پہنچا تھا اور کسی سے بھی بات کیے بغیر چھت پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ زبیدہ بیگم' وحید اور ککو کو خاصی تشویش ہوئی تھی کہ اسے آخر کیا ہوا ہے کہ وہ آج خلاف معمول ان سب سے بات کیے بغیر ہی چھت پہ چلا گیا ہے' یہاں تک کہ کپڑے بھی چینج نہیں کیے۔

"امی۔۔۔! سب خیر تو ہے نا؟" ککو برآمدے سے اٹھ کر ماں کے پاس صحن میں آ بیٹھی تھی۔

"خیر ہوتی تو کیا اس طرح ہوتا۔۔۔؟" زبیدہ بیگم بھی دل ہی دل میں پریشان ہو رہی تھیں۔

"تو آپ پوچھیں ناں۔۔۔؟" ککو ان سب سے چھوٹی تھی لیکن بھائی کو اس کیفیت میں دیکھ کر ان سب سے زیادہ فکر مند ہو رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔ فوری پوچھنا اور کریدنا ٹھیک نہیں ہوتا' فی الحال اسے تھوڑا ریلیکس ہونے دو۔" انہوں نے بیٹی کو سمجھایا۔

"امی۔۔۔! ریلیکس ہونے کے لیے آدھا گھنٹہ کافی ہوتا ہے۔۔۔ اور انہیں چھت پہ گئے ہوئے آدھے گھنٹے سے زیادہ ہو چکا ہے۔" وہ الٹا انہیں سمجھا رہی تھی۔

"ہوں۔۔۔ یہ تو ہے۔۔۔ خیر' تم ایسا کرو چھت پہ جاؤ اور اس سے پوچھو کہ کھانا کھائے گا یا چائے چاہیے۔۔۔؟ اور یہ بھی کہو کہ شاور لے کر فریش ہو جائے۔۔۔ پھر بجلی چلی گئی تو تازہ پانی بھی نہیں ملے گا۔" وہ اسے ولید کے پاس جانے

اور بات کرنے کے بہانے سمجھا رہی تھیں۔

"لیکن امی۔۔۔! یہ سب کرنے سے اور کہنے سے کیا ہوگا۔۔۔؟" ککو نے سوال اٹھایا۔

"اف ککو۔۔۔ مجھے مزید تنگ مت کرو۔۔۔ یہ سب کہنے اور کرنے سے یہ ہوگا کہ اس کے موڈ کا پتہ چل جائے گا۔۔۔ کم از کم یہ اندازہ تو ہوگا ناں کہ وہ غصے میں ہے۔ اداس ہے یا ویسے ہی پریشان ہے؟"

زبیدہ بیگم نے ککو کے سوال سے عاجز آکر جیسے سر پیٹ لیا تھا اور ککو ان کے موڈ سے گھبرا کے بے ساختہ کھڑی ہوگئی تھی۔

"اگر بھائی نے مجھے ڈانٹا ناں تو اچھا نہیں ہوگا۔۔۔ میں جا رہی ہوں اوپر۔"

وہ خفگی سے ماں کو دھمکی دیتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی حالانکہ جانتی بھی تھی کہ ولید نے اسے آج تک نہیں ڈانٹا تھا۔

ولید سامنے چارپائی پہ چاروں شانے چت لیٹا آنکھوں پہ بازو رکھے نجانے سو رہا تھا یا سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ بہر حال ککو پھر بھی اس کے قریب چلی آئی تھی۔

"بھائی۔۔۔!" اس نے قریب آکر آہستگی سے پکارا۔

لیکن اپنی شکستگی کے شکنجے میں جکڑا ولید اس کی یہ آواز نہیں سن سکا تھا۔

"بھائی۔۔۔!" اب کی بار اس نے ولید کا پاؤں ہلایا تھا اور ولید نے یکدم چونکتے ہوئے چہرے سے بازو ہٹا دیا۔

"کیا بات ہے۔۔۔؟" ولید کا لہجہ بہت دھیما اور بوجھل محسوس ہو رہا تھا۔

"بات تو کچھ نہیں ہے۔ بس آپ سے پوچھنے آئی تھی کہ کھانا کھائیں گے یا چائے لیں گے؟" اس نے بڑی معصومیت سے بڑا سیدھا سا سوال کیا تھا۔

"کچھ نہیں لوں گا۔۔۔ کسی چیز کو دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"تو جس چیز کو دل چاہ رہا ہے، وہ بتا دیں۔۔۔" ککو نے بنا سوچے سمجھے ہی اتنا بڑا سوال کر دیا تھا۔

"میرا خود کو گولی مار دینے کو دل چاہ رہا ہے۔۔۔ تو ایسی کیفیت میں کیا کروں۔۔۔؟" ولید انتہائی تلخی سے بولا۔۔۔ اور ککو نے یکدم تڑپ کر اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ لیے تھے۔

"ہائے اللہ نہ کرے۔۔۔! آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں۔۔۔؟ اللہ آپ کو ہماری بھی زندگی دے دے۔۔۔ آپ کے سوا ہمارا کون ہے بھلا؟" کہتے ہوئے ککو کا لہجہ روہانسا سا ہوگیا تھا اور ولید اس کی بھرائی ہوئی آواز اور بھری ہوئی آنکھیں دیکھ کر پگھل گیا تھا اور اسے بھی فوراً ہی اپنے الفاظ کی تلخی کا احساس ہوگیا تھا۔

"سوری۔ میری گڑیا۔۔۔!"

وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا اور پھر اسے ہاتھ کے اشارے سے قریب آنے کو کہا تھا۔۔۔

"ادھر آؤ۔۔۔ میرے پاس بیٹھو۔" اس نے ککو کو چارپائی پہ اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔

"میں نہیں آؤں گی۔۔۔ آپ نے اتنی دل دکھانے والی بات کیوں کہی ہے۔۔۔ آپ کو پتا ہے ناں اگر امی نے سن لیا تو سن کر ہی مر جائیں گی۔" ککو کے آنسو بہہ نکلے تھے۔

"اف ککو۔۔۔! کیا کہہ رہا ہوں میں۔۔۔؟ ادھر آؤ۔۔۔ میرے پاس بیٹھو۔" ولید نے جان بوجھ کر مصنوعی خفگی کا اظہار کیا اور ککو اس کی خفگی سے خائف ہوتی اس کے قریب آکر بیٹھ گئی تھی۔

"پہلی بات تو یہ کہ تم سے کتنی بار کہا ہے کہ پاؤں پکڑ کر مت جگایا کرو۔۔۔ اس طرح اچھا نہیں لگتا۔۔۔ بازو یا کندھا ہلا دیا کرو۔۔۔" ولید کو ککو کی اس عادت پہ ہمیشہ یہی خفگی ہوتی تھی، وہ جب بھی کبھی جگانے کے لیے آتی تھی اس کا پاؤں ہلا کر ہی جگاتی تھی اور ولید اس کی اس حرکت پہ ہمیشہ ہی اسے ٹوکے بغیر نہیں رہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا

تھا کہ اس کی چھوٹی بہن اس کے پیروں کو ہاتھ لگائے۔

"سوری۔۔۔! عادت ہوگئی ہے۔" اس نے معصومیت سے منہ پھلا کر معذرت کی۔

"عادت کنٹرول کرنے کے لیے ہی تو کہتا ہوں۔۔۔" اس نے ککو کے سر پہ ہاتھ رکھ کے اس کے سر کو جان بوجھ کر جھنجھوڑنے والے انداز میں ہلایا تھا۔

"تو آپ بھی تو اپنی عادت کو کنٹرول کریں ناں۔۔۔؟ کیوں اس طرح چہرے پہ بازو رکھ کے پریشان سے انداز میں لیٹ جاتے ہیں۔۔۔؟ آپ کو دیکھ کر ہم تینوں کو طرح طرح کی فکریں ستانے لگتی ہیں۔" اس نے برملا شکوہ داغا۔

"کوئی وجہ ہوتی ہے تب ہی ایسا کرتا ہوں ناں۔۔۔؟ بے وجہ پریشان ہونے، اور بے وجہ چہرے پہ بازو رکھ کے لیٹنے کو تو کسی کا بھی دل نہیں چاہتا ناں۔۔۔؟ خیر ان باتوں کو چھوڑو۔۔۔ اچھی سی چائے پلاؤ، سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"آپ کے سر میں درد ہو رہا ہے تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔؟ میں پہلے ہی چائے لے آتی۔" ککو کہہ کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"تم کون سا پہلے پوچھنے کے لیے آئی ہو۔" ولید بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔۔۔ وہ تو امی نے مجھے بہانے سے بھیجا ہے۔" وہ کہتے کہتے آخر سچ بھی کہہ ہی گئی تھی اور ولید ایک زبردستی کی مسکراہٹ مسکراتا ہوا اس کے ساتھ ہی نیچے اتر آیا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ اپنی وجہ سے اپنی ماں۔۔۔ اور اپنے بہن بھائیوں کو پریشان ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ آخر اس قصے میں ان کا کیا قصور تھا بھلا؟

جو بھی ہوا تھا بس دل کی غلطی تھی۔

اپنی اوقات سے بڑھ کے پاؤں پھیلا بیٹھا تھا۔

بڑے لوگ تھے۔۔۔ بڑی باتیں تھیں اور بڑا غصہ تھا۔

ذرا سی بے رخی پہ کایا ہی پلٹ کے رکھ دیتے تھے۔ ایسے لوگوں سے دل لگانا تو اوکھلی میں سر دینے کے برابر تھا۔۔۔ لیکن افسوس کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اب وہ اس اوکھلی میں سر دے چکا تھا۔

✡ ✡ ✡

"ہاں، اب بتاؤ، کیا ارادہ ہے تمہارا؟ آج تو سنڈے ہی ہے ناں۔۔۔؟" ماورا ابھی سو کر اٹھی بھی نہیں تھی کہ فارہ نے صبح صبح ہی فون کھڑکا دیا تھا۔

"اف فارا۔۔۔ تم ہوش میں تو ہو ناں۔۔۔؟ ابھی تو میں بستر سے بھی نہیں اٹھی۔" ماورا نے منہ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے جمائی کو روکا تھا۔

"ہاں"۔۔۔! میں ہوش میں ہوں۔۔۔ کیونکہ میں بستر سے کافی دیر ہوئی اٹھ چکی ہوں۔۔۔ اس لیے بہتر ہے کہ اب تم بھی ہوش و حواس میں آجاؤ اور بستر سے اٹھ جاؤ۔۔۔" فارہ تنک کر چمک کر بولی تھی۔

"اوہو۔۔۔ آج تو بڑی سینہ زوری کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔۔۔ کیا بات ہے؟ کوئی اچھا خواب دیکھا ہے یا کسی خواب کی تعبیر اچھی دیکھی ہے؟" ماورا اپنی کہنیوں پہ زور ڈالتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی تھی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں رات بھر سوئی ہی نہ ہوں۔۔۔؟"

"اچھا چھوڑو یہ بتاؤ کہ کیا پروگرام ہے تمہارا۔۔۔؟" ماورا نے ٹاپک ہی بدل دیا تھا۔

"میرا پروگرام تو یہی ہے کہ تم اپنی چھوٹی سی فیملی کے ساتھ آج کے دن کا لنچ اور ڈنر میرے گھر پہ ہی کرو۔ لیکن اس پروگرام کے حوالے سے تمہاری کیا رائے ہے، اس کے لیے منتظر ہوں؟"

فارہ اس کی پوری فیملی کو انوائٹ کر رہی تھی جو کہ محض تین افراد پہ مشتمل تھی اور اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ

افراد کے حصے کی اسے معذرت ہی موصول ہوگی۔ لیکن پھر بھی ایک موہوم سی امید کے تحت کہہ ہی دیا تھا۔

"اس پروگرام کے حوالے سے میری کیا رائے ہوگی کہ تم سے بہتر اور کوئی بھی نہیں جانتا۔۔۔ اس لیے تمہیں مجھ سے پوچھنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ میں آؤں تو پھر صرف مجھے ہی انوائٹ کرو بلی گل اور ای والا پروگرام کسی اچھے وقت کی امید پہ رہنے دو۔" ماورا نے کہا تھا اور فارہ پہلے سے ہی جانتی تھی اس لیے چپ ہو گئی تھی۔

"اوکے۔۔! تو پھر تم کب آ رہی ہو؟"

"تقریباً" بارہ بجے تک۔۔۔!" ماورا نے وال کلاک دیکھا جہاں آٹھ بج رہے تھے۔

"بارہ بجے نہیں۔ دس بجے۔" فارہ نے دس بجے کا ٹائم دیا۔

"دس بجے کیوں؟ اتنی جلدی کیا ہے آخر؟" اسے تعجب ہوا تھا۔

"میں تمہیں محض کھانا کھانے کے لیے نہیں بلا رہی۔ بلکہ کچھ دیر اپنے پاس بیٹھنے اور باتیں کرنے کے لیے بلا رہی ہوں۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم گھر سے ذرا جلدی نکلو۔"

فارہ لفظ چبا کر بولی تھی اور ماورا اس کے اس اصرار پہ سر جھٹک کر رہ گئی تھی۔

"اف! شادی کے بعد بھی اس لڑکی کی بے وقوفی اور بچپنے میں کوئی چینج نہیں آیا۔" ماورا نے تاسف سے کہتے ہوئے فون بند کر دیا تھا اور چادر ہٹا کر بستر سے اتر آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ بی گل اور عافیہ بیگم کے صبر اور برداشت کا امتحان لیتی ٹھیک دس بجے گھر سے نکل آئی تھی حالانکہ اسے اندازہ تھا کہ دس بجے تو مارکیٹیں بمشکل کھلتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اسے چانس لے لینا ہی بہتر لگا تھا۔

تب ہی اپنے سیل فون پہ ہونے والی وائبریشن کی طرف دیکھا۔ جہاں ابھی ابھی فارہ کا میسج موصول ہوا تھا۔

"کہاں ہو۔۔؟" میسج بھی مختصر ہی تھا۔

"راستے میں۔۔!" اس نے بھی میسج ٹائپ کیا۔

"گڈ۔ ویری گڈ۔۔ جیتی رہو۔" اگلا میسج موصول ہوا۔

"تھینکس۔۔۔!" ماورا لکھتے ہوئے مسکرائی۔

اور پھر مارکیٹ پہنچنے تک یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ یونہی کھیلتی رہی تھی۔

وہ دل میں یہی سوچ رہی تھی کہ شاپنگ مال میں پہلا کسٹمر وہی ہوگی۔ لیکن نہیں۔ وہاں تو خاصی گہما گہمی نظر آ رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ اس جیسے سرپھرے اور بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر وہ قدرے پرسکون ہو گئی تھی۔ بڑے اطمینان سے فارہ اور آفاق کے لیے گفٹس دیکھنے لگی۔ ابھی وہ اسٹینڈ پہ ہینگ کی ہوئی شرٹس میں سے ایک گرے کلر کی مردانہ قمیص نکال کر دیکھ رہی تھی کہ اچانک اپنے عقب سے ابھرنے والی آواز سن کر چونک گئی تھی۔

"ہوں۔! نائس۔۔ کلر اور آپ کی چوائس آؤٹ کلاس ہیں۔" تیمور حیدر کے لہجے اور انداز سے ہی لگ رہا تھا۔ اسے وہ شرٹ کتنی پسند آئی ہے۔ اور ماورا اس کی اتنی پسندیدگی دیکھ کر اک نظر دوبارہ شرٹ کی طرف دیکھنے پہ مجبور ہو گئی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہیں؟ دیکھیں مت۔۔ بس خرید لیں۔" تیمور نے بڑے دل سے اسے مشورہ دیا تھا۔ لیکن ماورا کو

اس کے مشورے پہ عمل کرنے سے پہلے سوچنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

"میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ جس کے لیے میں یہ شرٹ لے رہی ہوں اس پہ یہ کلر اور یہ ڈیزائن سوٹ کرے گا یا نہیں؟" اس نے وجہ بتائی۔

"ہوں۔ او! واقعی یہ سوچنے کی بات ہے۔ اینی وے آپ اس کی پرسنالٹی کو "سامنے" رکھ کے خریدیں گی تو آسانی رہے گی۔" تیمور نے معنی خیزی سے کہا۔

"سامنے رکھ کے۔۔۔؟" ماورا نے بھی اس کے جملے کے زور کو فوراً" نوٹ کیا تھا۔

"سوری۔۔ اِمد نظر رکھ کے۔۔۔" تیمور فوراً" بات بدل گیا تھا اور دل ہی دل میں مسکرایا تھا جبکہ ماورا اس کے چہرے پہ نظر ڈالتے ہوئے چونکی تھی۔

وہ اسے دیکھنے میں کچھ بدلا ہوا سا لگا تھا۔

"کیا "مد نظر" اس طرح رکھتے ہیں؟" تیمور اس کے نظر بھر کے دیکھنے پہ بولا اور ماورا سر جھٹک کر رخ ہی موڑ گئی تھی۔ اسے اپنے آپ پہ خفگی ہوئی تھی۔

"پلیز۔۔! یہ بھی پیک کر دیں۔" اس نے وہی شرٹ سیلز مین کی طرف بڑھا دی تھی۔ اور خود ایک اور شرٹ چیک کرنے لگی۔

"کیا میری کچھ ہیلپ کر سکتی ہیں آپ؟" تیمور بھی اپنے لیے شرٹس پسند کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر اس کا سارا دھیان ماورا کی طرف تھا اس لیے وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

"سوری۔۔! میں لیٹ ہو رہی ہوں۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"گھر پہ کچھ کام ہے؟" اس نے جان بوجھ کر گھر کا پوچھا۔

"نہیں۔۔! فارہ کے گھر سے۔۔۔" وہ بھی اپنی بے دھیانی میں بے ساختہ ہی کہہ گئی تھی۔ اور اپنی اس بے دھیانی اور بے ساختگی کا احساس اسے فوراً" ہو گیا تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا بھلا۔۔۔؟

"او! تو آج آپ اپنی دوست کے گھر جا رہی ہیں؟ آہ! کتنی خوش قسمتی ہے ان کی؟" اس نے بڑے حسرت بھرے انداز میں کہا تھا۔

"کوئی اتنے شوق اور اتنی محبت سے انوائٹ کرے تو جانا تو پڑتا ہے نا؟" ماورا نے کاؤنٹر پہ رکھے اپنے تمام بیگز اٹھا لیے تھے۔

"سچ کہہ رہی ہیں؟" تیمور نے دہرا کے پوچھا اور ماورا اس کے دہرا کے پوچھنے کا مفہوم سمجھ گئی تھی۔

"جی ہاں۔۔۔!" وہ ذرا سنبھل کر بولی۔

"دیٹس گریٹ۔۔! لائیے یہ بیگز میں اٹھا لیتا ہوں۔ آپ نے بے شک میری ہیلپ نہیں کی۔ مگر میں آپ کی ہیلپ ضرور کروں گا۔" تیمور نے اس کے ہاتھ سے خود ہی تمام بیگز تھام لیے تھے۔ اور ماورا اس کی بات نظر انداز کرتی وہاں سے نکل آئی تھی۔

"میں آپ کو ڈراپ کر دوں؟" پارکنگ میں آ کر تیمور کو نئی بات سوجھی۔

"آپ۔۔!" ماورا پہلے رکی، ٹھٹکی۔۔ اور پھر بے ساختہ ہی اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے۔۔۔!" اس نے کہتے ہوئے قدم تیمور کی گاڑی کی طرف بڑھا دیے تھے۔ اور وہ بے یقین سا اس کے پیچھے آتے ہوئے گاڑی کا لاک کھولنے لگا۔

اور آج پہلی بار اس کے ساتھ اس کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتے ہوئے ماورا کو کچھ عجیب سا لگا تھا۔ حالانکہ وہ پہلے بھی ایک دو بار اس کے ساتھ فیکٹری آئی اور گئی تھی لیکن اس طرح تنہا نہیں۔۔۔ تب ڈرائیور یا فاروقی صاحب

ساتھ ہوتے تھے۔ جبکہ آج تو صرف وہ دونوں ہی تھے۔

" فارہ نے کیوں انوائٹ کیا؟ کہیں اس کا برتھ ڈے وغیرہ تو نہیں ہے؟" تیمور کا اشارہ اس کے خریدے گئے گفٹس کی طرف تھا۔

"نہیں۔۔۔! وہ دراصل میں جب سے کراچی آئی ہوں نہ آج پہلی بار اس کے گھر جا رہی ہوں۔ اس لیے یہ سب۔" ماورا نے آخری جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

"اوہ۔۔۔! یعنی جب پہلی بار کسی کے گھر جاتے ہیں تو خالی ہاتھ نہیں جاتے۔ یہ سب لے کر جانا پڑتا ہے؟" اس کا اشارہ پچھلی سیٹ پہ رکھے شاپنگ بیگز کی طرف تھا۔

"نہیں۔۔۔! ایسا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب صرف دو چیزوں پہ ڈیپنڈ کرتا ہے۔ ایک آپ کے تعلقات پہ اور دوسرے آپ کے طبقے پہ۔۔۔" ماورا نے اس کی بات کی نفی کی۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔؟" وہ گاڑی روڈ پہ ڈالتے ہوئے بولا۔

"میرا مطلب ہے کہ یہ سب آپ اسی کے لیے لے کر جاتے ہیں جس کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات ہوتے ہیں، جس کے ساتھ آپ کلوز ہوتے ہیں اور دوسرے یہ کہ یہ سب مڈل کلاس کے چونچلے ہیں۔ اپر کلاس میں یہ سب تکلفات نہیں پائے جاتے۔ اس لیے یہ سب صرف دو چیزوں تک محدود ہو کے رہ گیا ہے آپ کے تعلق اور طبقے تک۔۔۔" ماورا نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ہوں۔۔۔! تو یہ سب لے کر جانے کے لیے کسی کے ساتھ کلوز ہونا یا مڈل کلاس ہونا ضروری ہے؟" اس نے گردن موڑ کر ماورا کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔۔۔! کہہ سکتے ہیں۔" وہ لاپروائی سے بولی۔

"تو پھر یہ بتائیے کہ میں بھی کسی کے لیے یہ سب لے کر جانا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کسی کے ساتھ کلوز ہو جانا چاہیے یا کسی کے لیے مڈل کلاس ہو جانا چاہیے؟" اس نے ماورا کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کسی کے ساتھ کلوز ہونا اور اپنی کلاس بدلنا دونوں ہی انسان کے اختیار میں نہیں۔"

"کیسے بھلا۔۔۔؟" تیمور نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ضروری نہیں، آپ جس سے قریب ہونا چاہیں وہ آپ کو خود سے قریب ہونے کی اجازت دے اور جس کلاس میں آپ پیدا ہوئے ہیں، پرورش و تربیت ہوئی ہے۔ آپ کہیں بھی چلے جائیں۔ آپ وہی رہیں گے۔"

تیمور نے کندھے اچکاتے ہوئے سامنے ونڈ اسکرین پہ نظریں جمادیں۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" ماورا نے اسے چند منٹس متواتر خاموش دیکھ کر استفسار کیا۔

"یہی کہ مڈل کلاس میں کیسے شامل ہوا جائے؟" وہ اپنے لہجے کی شرارت دبا نہیں سکا تھا۔ اور اس کے اس شرارت بھرے لہجے پہ ماورا نے بے اختیار اس کے چہرے کی سمت دیکھا۔ اور اسے اب کی بار بھی وہ کچھ بدلا ہوا سا نظر آیا تھا۔

جبکہ تیمور ونڈ اسکرین کی طرف متوجہ ہونے کے باوجود اس کی نظروں کی محویت نوٹ کر چکا تھا۔

"میری لک چینج لگ رہی ہے نا؟" اس نے ماورا کی طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔ اور ماورا اس کے سوال پہ گڑبڑا گئی تھی۔

"اور کچھ نہیں کیا۔ بس کٹنگ کروا کے آیا ہوں۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" تیمور اس کی نظروں کی محویت اور پھر اس کے یکدم گڑبڑا کر خجل ہونے پہ اچھا خاصا لطف اندوز ہوا تھا۔ اسی لیے اس کا موڈ شرارت پہ آمادہ ہو رہا تھا۔

"ویسے کیسا لگ رہا ہوں؟" اس نے اپنے چہرے کا رخ ماورا کی سمت موڑا۔

"آئینہ نہیں دیکھا۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔! جلدی میں تھا۔" وہ مزے سے بولا۔

"لیکن ہیئر سیلون کی تو ہر دیوار پر نکس آئینے ہوتے ہیں۔ جلدی میں بھی دیکھ لیے جاتے ہیں۔"

"لیکن جو آئینہ میں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ وہاں نہیں تھا۔" اس کا لہجہ ذو معنی ہوا۔

"تو اب گھر جا کر دیکھ لیجئے گا۔" ماورا نے لاپروائی دکھائی۔

"اب گھر جا کر دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ آئینہ میں نے راستے میں ہی دیکھ لیا ہے اور مجھے نظر آ رہا ہے کہ میں اچھا لگ رہا ہوں۔" آخر میں وہ مسکرا اٹھا تھا۔

"اور کتنی دیر ہے فارہ کے گھر پہنچنے میں؟" وہ بات ہی بدل گئی تھی۔

"لیجئے۔۔۔ پہنچ گئے فارہ کے گھر۔۔۔" اگلے چند سیکنڈ میں تیمور نے اسپیڈ کم کرتے ہوئے گاڑی سیدھی آفاق یزدانی کے گھر کے گیٹ کے سامنے روک دی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔!" ماورا مزید کچھ کہے بغیر گاڑی کا دروازہ کھول کر اتر گئی۔ تیمور بھی تیزی سے نیچے اتر آیا تھا اور پچھلا دروازہ کھول کر اس کے شاپنگ بیگ نکال کر اس کو تھمائے تھے۔

"تھینک یو۔۔۔!" تیمور نے بھی شکریہ ادا کیا۔

"فار واٹ۔۔۔؟" وہ ٹھہری۔

"یہ نہیں بتا سکتا۔" اس نے بے چارگی سے کہا۔ اور ماورا اس کے جواب پہ چپ سی ہو گئی۔

"او کے۔۔۔! میں چلتا ہوں۔ بائے۔ کل آفس میں ملاقات ہو گی۔" وہ کہہ کر پلٹ گیا تھا۔ دوسری سائیڈ سے جا کر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھ گیا اور ابھی گاڑی اسٹارٹ کر ہی رہا تھا کہ ماورا پھر گاڑی کے قریب آ گئی تھی۔ تیمور نے تیزی سے فرنٹ سیٹ کا شیشہ نیچے کیا۔

"یہ آپ کے لیے۔۔۔!" اس نے ایک بیگ سیٹ پہ رکھ دیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" تیمور کو خیال ہی نہ رہا۔

"گفٹ۔۔۔!" اس کا جواب یک لفظی تھا۔

"مگر کس لیے۔۔۔؟" تیمور نا سمجھی سے بولا۔

"یہ نہیں بتا سکتی۔" اس نے تیمور کے الفاظ اسے لوٹا دیے تھے۔

"یعنی مجھے خود ہی سمجھ جانا چاہیے۔" وہ بے انتہا خوش ہوا تھا۔

"خدا حافظ!" وہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔

اور تیمور نے وہی گرے شرٹ اپنے لیے دیکھتے ہوئے بے اختیار بڑی سرشاری سے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھا دی تھی آج اس کا اتوار بہت خوب صورت ثابت ہوا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)